حافظ زبیر علی زئی

کفایت اللہ سنابلی ہندی کے دس (۱۰) جھوٹ

اُصولِ حدیث اور اسماء الرجال کی رُو سے ایک حسن لذاتہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری سنت کو سب سے پہلے بنواُمیہ کا ایک آدمی تبدیل کرے گا جسے یزید کہا جائے گا۔ (تاریخ دمشق ۶/۲۴۹۔۲۵۰، اشاعۃ الحدیث: ۱۰۳ص ۱۹)

راقم الحروف نے اس حدیث کے دفاع پر مفصل تحقیقی مضمون لکھا ہے جو مکتبۃ الحدیث کی ویب سائیٹ پر موجود ہے۔

اس تحقیقی مضمون کے خلاف کفایت اللہ سنابلی ہندی صاحب نے ایک جوابی تحریر لکھی ہے جو محترم محمد اسد حبیب حفظہ اللہ نے پرنٹ نکال کر تقریباً ۶۵ صفحات کی صورت میں راقم الحروف کی طرف بھیجی ہے، جو ۲۲/ جون ۲۰۱۳ء کو موصول ہوئی۔

سنابلی صاحب کی اس تحریر سے اُن کے دس (۱۰) صریح جھوٹ باحوالہ ومع رد پیشِ خدمت ہیں، تاکہ وہ مرنے سے پہلے پہلے توبہ کرلیں:

۱) سنابلی صاحب نے لکھا ہے:

''یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے عہد رسالت سے لیکر عصر حاضر تک چودہ سو سالہ دور میں دنیا کے کسی بھی معتبر محدث یا امام نے اس روایت کو صحیح یا حسن نہیں کہا ہے، بلکہ اس کے برعکس متقدمین ومتاخرین ومعاصرین میں سے متعدد اہل علم نے اس روایت کو موضوع، منقطع یا مردود قرار دیا ہے، یا اس کے مردود ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، ملاحظہ ہو:''

اس کے بعد سنابلی صاحب نے لکھا ہے:

''امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی 365) نے اس روایت کو منکر روایات میں شمار کیا ہے دیکھئے: [الکامل فی الضعفاء الرجال لابن عدي: 97/4]۔ واضح رہے کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ضعفاء میں اس روایت کو نقل کر کے یہ بھی فرمایا: **و فی بعض الأخبار مفسراً**

زاد ، يقال له :يزيد یعنی بعض روایات میں رجل کی اس وضاحت کے ساتھ اضافہ ہے کہ اس آدمی کو یزید کہا جائے گا[الکامل فی الضعفاء الرجال لابن عدي:97/4]

عرض ہے کہ یہ اضافہ زیر بحث روایت ہی میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ کے سامنے ہر طرح کی روایات تھیں اس کے باوجود امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو منکر روایات میں شمار کیا ہے جیسا کہ امام ابن القیسر انی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے دیکھئے[الذخیرہ فی الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ:540/1]'' (سنابلی کی تحریر ص۳)

عرض ہے کہ امام ابن عدی نے ہماری مذکورہ روایت (**عبد الوهاب الثقفي نا عوف ثنا مهاجر أبو مخلد حدثني أبو العالية حدثني أبو مسلم قال:غزا يزيد بن أبي سفيان**)والی روایت بیان ہی نہیں کی بلکہ '' **هوذة بن خليفة عن أبي خلدة عن أبي العالية عن أبي ذر** '' والی روایت بیان کی اور بعد میں یہ فرمایا:اور بعض مفسر روایتوں میں یزید کا اضافہ ہے۔(الکامل ۴/ ۹۷ دوسرا نسخہ ۳/ ۱۰۲۴،تیسرا نسخہ ۵/ ۱۱-۱۲ ح ۲۰۲۳)

حافظ ابن عدی نے اس روایت کو ہر گز منکر نہیں کہا اور نہ منکر روایات میں ذکر کیا ہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ (دروغ گورا حافظہ نباشد کے اصول کی رُو سے) خود سنابلی نے ابن القیسر انی یعنی محمد بن طاہر المقدسی سے نقل کیا ہے کہ ''امام ابن عدی نے اس پر کوئی کلام ذکر نہیں کیا ہے اور ابوالعالیہ کے تذکرہ میں اسے ذکر کیا ہے گویا کہ آپ نے اسے منکر مان کر ذکر کیا ہے'' (سنابلی تحریر ص۴)

یہ تحریر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ابن عدی نے اس روایت کو منکر قرار نہیں دیا، رہا ابن طاہر کا ظن وتخمین (کأن ، گویا) تو بے سند و بے دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔اگر سنابلی صاحب کہیں کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ راوی کے ترجمے میں ضرور بالضرور اس کی منکر روایات ہی ذکر کرتے ہیں تو ہمارے نزدیک یہ اصول صحیح نہیں بلکہ تفصیل طلب ہے:

۱: اگر راوی ثقہ وصدوق ہے تو ضروری نہیں کہ ہر مذکورہ روایت حافظ ابن عدی کے نزدیک ضرور بالضرور منکر ہی ہے۔

۲: اگر راوی ضعیف ومتروک ہے تو اس کی ہر منفرد روایت مردود ہے، چاہے کامل ابن عدی میں مذکور ہو یا کسی دوسری کتاب میں مذکور ہو۔

فقرہ نمبر ا کی توضیح کے لئے پانچ مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

مثال نمبرا: امام ابن عدی نے ابوالعالیہ الریاحی کے ترجمے میں ایک حدیث ذکر کی کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ کھجوریں لے کر حاضر ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! میرے لئے ان میں برکت کی دعا فرمائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو اکٹھا کر کے برکت کی دعا فرمائی اور ان سے کہا: ان کھجوروں کو لے کر اپنے توشہ دان میں ڈال لو...الخ

(الکامل لابن عدی ۴/ ۹۹، نیز دیکھئے فضائل صحابہ صحیح روایات کی روشنی میں ص ۱۲۲۔۱۲۳)

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے اور ابن عدی نے کچھ کلام کیا لیکن اسے منکر قرار نہیں دیا۔اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: ''حسن غریب'' (سنن الترمذی: ۳۸۳۹)

حافظ ابن حبان نے اسے صحیح ابن حبان میں درج کیا یعنی صحیح قرار دیا ہے۔

(دیکھئے الاحسان: ۶۴۹۸)

مثال نمبر۲: ابوالعالیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً بیان کیا کہ ''کان یفطر علی التمر'' آپ چھوہاروں پر روزہ افطار کرتے تھے۔ (الکامل ۴/ ۹۷)

یہ روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن صحیح بخاری (۹۵۳) اور سنن الترمذی (۵۴۳) وغیرہما میں اس کے صحیح شواہد ہیں لہٰذا یہ بھی منکر نہیں بلکہ صحیح ہے۔

مثال نمبر۳: فلیح بن سلیمان (صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمہور) نے سعید بن الحارث کی سند سے سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے تکبیر والی ایک روایت بیان کی۔الخ

(الکامل ۷/ ۱۴۴، پرانا نسخہ ۶/ ۲۰۵۶)

یہ روایت منکر نہیں، بلکہ معمولی اختلاف اور فلیح کی سند سے ہی صحیح بخاری (۸۲۵) میں موجود ہے۔

مثال نمبر۴: فلیح بن سلیمان نے عثمان بن عبدالرحمٰن عن انس بن مالک کی سند سے ایک حدیث بیان کی کہ جب زوال ہوتا تھا تو نبی ﷺ نمازِ جمعہ پڑھتے تھے۔

(الکامل لابن عدی ۷/۱۴۴)

یہ روایت اسی سند و متن کے ساتھ صحیح بخاری (۹۰۴) میں موجود ہے۔

مثال نمبر۵: عبداللہ بن معبد الزمانی عن ابی قتادۃ الانصاری رضی اللہ عنہ کی سند سے آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عاشوراء کا روزہ سابقہ سال کا کفارہ ہے اور عرفات کا روزہ گزشتہ اور اس کے بعد والے موجودہ سال کا کفارہ ہے۔ (الکامل لابن عدی ۵/۳۷۲، دوسرا نسخہ ۴/۱۵۳۹۔۱۵۴۰)

اس حدیث کو امام ابن عدی نے منکر قرار نہیں دیا، لیکن امام بخاری سے نقل کیا: "**عبد اللّٰه بن سعيد الزماني الأنصاري عن أبي قتادة لا يعرف له سماع من أبي قتادة**"

یہ جرح "**ولا نعرف سماعه من أبي قتادة**" کے الفاظ سے التاریخ الکبیر للبخاری (۵/۱۹۸ ت۶۲۲) میں اور "**ولا يعرف سماعه من أبي قتادة**" کے الفاظ سے الضعفاء الکبیر للعقیلی (۲/۳۰۵) میں موجود ہے۔ (نیز دیکھئے التاریخ الکبیر ۳/۶۸ ت ۲۴۰)

عبداللہ بن معبد کی امام ابن عدی والی حدیث صحیح مسلم (۱۱۶۲[۲۷۴۶۔۲۷۴۷])، سنن الترمذی (۷۴۹ وقال: حدیث حسن) صحیح ابن خزیمہ (۲۰۸۷) صحیح ابی عوانہ (۲/۱۶۸ ح ۲۳۴۸) صحیح ابن حبان (الاحسان: ۳۶۲۲۔۳۶۲۳ [۳۶۳۱۔۳۶۳۲]) التمہید (۲۱/۱۶۲، وقال ابن عبدالبر: وھذا إسناد حسن صحیح وھو یعضد ما تقدم) شرح السنۃ للبغوی (۶/۳۴۴ ح ۱۷۹۰، وقال: ھذا حدیث صحیح أخرجہ مسلم...) المستخرج علیٰ صحیح مسلم لابی نعیم (۳/۲۰۲ ح ۲۵۴۵) معجم الشیوخ لابن عساکر (۲/۷۴۷ ح ۹۳۱ وقال: "ھذا حدیث حسن صحیح غریب") اور البدر المنیر لابن الملقن (۵/۷۵۰ وقال: ھذا الحدیث صحیح) میں موجود ہے۔

مسلم، ابن خزیمہ، ابوعوانہ، ابن حبان، بغوی اور ابن عبدالبر رحمہم اللہ وغیرہم نے اسے صحیح قرار دیا ہے، لہٰذا اس روایت پر معلول، منکر، منقطع اور لا یعرف سماعہ وغیرہ کی سب جروح جمہور کے مقابلے میں مردود ہیں۔

سنابلی صاحب ایسے منہج پر گامزن ہیں، جس سے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث کا ضعیف ہونا لازم آتا ہے اور ہم ایسے ہر منہج اور طرزِ عمل سے بری ہیں جس سے صحیحین پر حملہ ہوتا ہو۔

یہ پانچ مثالیں اس لئے بیان کی ہیں کہ سنابلی صاحب کا پروپیگنڈا غلط و باطل ہے۔

سنابلی صاحب نے لکھا ہے: ''**و في بعض الأخبار مفسرًا ، زاد :يقال له يزيد** ''

عرض ہے کہ اس سے روایت مذکورہ کا معلول یا ضعیف ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

بعض روایات مختصر ہوتی ہیں اور بعض مفسر اور یہ مقرر ہے کہ مفسر مختصر پر مقدم ہوتا ہے، نیز ''زاد'' زیادت بیان کی، اضافہ بیان کیا، سے بھی کسی روایت کا ضرور بالضرور معلول ومنکر ہونا لازم نہیں آتا، بلکہ زیادت کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

۱: ثقہ وصدوق عندالجمہور راوی کی زیادت

یہ اگر اوثق کے سو فیصد مخالف نہ ہو (کہ تطبیق ممکن نہ رہے) تو مقبول ہوتی ہے۔

۲: ضعیف ومجروح عندالجمہور راوی کی زیادت

یہ مردود ہوتی ہے۔

''وزاد'' سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ مذکورہ روایت منکر ومعلول یا ضعیف ہے۔

مثال نمبر۱: امام ابن عدی نے امام محمد بن یوسف الفربری اور امام زکریا الساجی دونوں سے روایت بیان کی کہ ہم نے عبداللہ بن احمد بن شبویہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے قتیبہ (بن سعید) کو فرماتے ہوئے سنا: اگر احمد نہ ہوتے تو وہ (لوگ) دین میں (غلط عقائد) داخل کر دیتے۔'' زاد الفربري:''امام فربری نے ابن شبویہ سے یہ زیادت بیان کی کہ میں نے قتیبہ سے کہا: کیا آپ احمد بن حنبل کو تابعین کے ساتھ ملاتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: تابعین میں سے بھی بہتر لوگوں کے ساتھ ملاتا ہوں۔ (الکامل لابن عدی ۱/ ۲۱۱۔۲۱۲، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۲۸)

اصولِ حدیث کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ روایت مذکورہ میں '' زاد الفربری '' سے مذکورہ اضافہ ضعیف ثابت نہیں ہوتا بلکہ امام فربری کے ثقہ ہونے کی وجہ

سے یہ اضافہ بھی صحیح ہے۔

مثال نمبر۲: سفیان ثوری نے عمر بن عامر عن انس کی سند سے ایک روایت بیان کی، اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا:" **و زاد شعبة :عن عمرو عن أنس :حتى يخرج النبي ﷺ** " (صحیح البخاری:۵۰۳)

ظاہر ہے کہ یہ اضافہ وزیادت بھی بالکل صحیح ہے۔

مثال نمبر۳: سفیان ثوری نے منصور بن المعتمر وغیرہ سے ایک روایت بیان کی، اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا:" **و زاد أسباط عن منصور. فدعا رسول الله ﷺ فسقوا الغيث...** " (صحیح البخاری:۱۰۲۰)

اسباط بن نصر صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمہور رہیں اور یہ زیادت حسن لذاتہ یعنی مقبول ہے۔ سنابلی صاحب کو چاہئے کہ وہ تمنا عمادی اور بشیر احمد میرٹھی وغیرہما کی پگڈنڈیوں کو چھوڑ کر محدثین کرام کی جرنیلی شاہراہ پر گامزن ہو جائیں اور منکرینِ حدیث کے لئے چور دروازے نہ کھولیں۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے امام ابن عدی پر جھوٹ بولا ہے۔

۲) سنابلی صاحب نے لکھا ہے:

''امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی 458)، نے اسے منقطع قرار دیا ہے، اور اس کے متن کو بھی منکر بتلایا ہے دیکھئے [دلائل النبوۃ للبيهقي :467/6]۔

واضح رہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ حدیث پر حکم لگاتے وقت حدیث کے دیگر طرق کو بھی پیش نظر رکھتے تھے لیکن یہاں پر امام بیہقی رحمہ اللہ نے بغیر کسی اور طریق کی پرواہ کئے اسے منقطع قرار دیا گویا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی نظر میں یہ روایت اصلاً منقطع ہی ہے۔'' (سنابلی تحریر ص۳)

اس عبارت میں سنابلی صاحب نے دو جھوٹ بولے ہیں:

ا: بیہقی نے اسے (یعنی **عبد الوهاب الثقفي نا عوف ثنا مهاجر أبو مخلد**

حدثني أبو العالية حدثني أبو مسلم والی سندکو) منقطع قرار دیا ہے۔
۲: بیہقی نے اسے منکر بتلایا ہے۔
یزید کی مذمت والی حدیث دو مشہور سندوں سے مروی ہے:
اول: أبو مخلد عن أبی العالية عن أبي مسلم الجذمي عن أبي ذر رضي الله عنه (تاریخ دمشق وابن خزیمہ)
دوم: أبو مخلد مهاجر بن مخلد عن أبی العالية عن أبي ذر رضي الله عنه (ابویعلیٰ وغیرہ)

بیہقی نے اسے **عوف عن أبي خلدة (خالد بن دينار) عن أبی العالية** کی سند سے روایت کیا ہے۔ (دلائل النبوۃ ۶/ ۴۶۶۔۴۶۷، دوسرا نسخہ ۶/ ۴۱۰ ح ۲۸۳۸)

ہوسکتا ہے کہ ابوخلدہ تصحیف ہو اور یہاں ابومخلد (مہاجر بن مخلد) کا نام ہو۔ واللہ اعلم
امام بیہقی نے ابو مسلم کے اضافے کے بغیر ابوالعالیہ والی روایت بیان کر کے لکھا ہے:
" قلت: يزيد بن أبي سفيان كان من أمراء الأجناد بالشام في أيام أبي بكر و عمر لكن سميه يزيد بن معاوية يشبه أن يكون هو والله أعلم
و في هذا الإسناد إرسال بين أبی العالية و أبي ذر ."

میں نے کہا: ابوبکر اور عمر کے زمانے میں یزید بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہم) شام میں جہادی لشکروں کے امراء میں سے تھے لیکن قریب یہی ہے کہ اس حدیث سے مراد ان کا ہم نام یزید بن معاویہ ہو۔ واللہ اعلم

اور اس سند میں ابوالعالیہ اور ابوذر کے درمیان ارسال ہے۔ (دلائل النبوۃ)

معلوم ہوا کہ حافظ بیہقی نے صرف اپنی مذکورہ منقطع سند پر ہی کلام کیا ہے اور عن ابی العالیہ عن ابی مسلم الجذمی کی سند پر کوئی کلام نہیں کیا۔

بیہقی کے کلام میں منکر کا لفظ سرے سے موجود نہیں اور سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ امام بیہقی حدیث پر حکم لگاتے وقت حدیث کے دیگر طرق کو بھی پیش نظر رکھتے تھے، نرا ظن وتخمین

ہے، کیونکہ انھوں نے صرف اپنی مذکورہ سند پر ہی کلام کیا ہے۔

۳) سنابلی صاحب نے بلند بانگ دعوے ''متعدد اہل علم نے اس روایت کو موضوع، منقطع یا مردود قرار دیا ہے، یا اس کے مردود ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے'' کے بعد لکھا ہے:

''امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256)، دیکھئے [التاریخ الاوسط 397/1]۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے معلول بھی کہا، دیکھئے: [البدایۃ والنھایۃ 231/8]۔'' (ص۳)

عرض ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو ہرگز موضوع، مردود یا معلول نہیں کہا اور اس سلسلے میں حافظ ابن کثیر کا بے سند و بے حوالہ قول تحقیقی میدان میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

یہ بالکل اسی طرح کی مثال ہے کہ حافظ ذہبی نے فاتحہ خلف الامام کی ایک صحیح حدیث پر حافظ ابن حبان کی کتاب الثقات سے جرح نقل کی: '' **وقال : حديثه معلل** '' اور ابن حبان نے کہا: اس (نافع بن محمود المقدسی) کی حدیث معلول ہے۔ (میزان الاعتدال ۴/ ۲۴۲ ت ۸۹۹۵) حالانکہ یہ الفاظ حافظ ابن حبان سے ہرگز ثابت نہیں۔

دیکھئے تحقیق الکلام للمبارکفوری (۱/ ۸۳۔۸۶ چوتھی حدیث)

ہم نے التاریخ الاوسط للبخاری ۱/ ۳۹۷۔ ۳۹۸ ح ۱۳۷) دیکھ لی ہے، امام بخاری نے ''**المهاجر أبو مخلد حدثنا أبو العالية و حدثني أبو مسلم ...**'' والی حدیث کے بعد صرف یہ فرمایا: '' **والمعروف أن أبا ذر كان بالشام زمن عثمان وعليها معاوية و مات يزيد في زمن عمر ولا يعرف لأبي ذر قدوم الشام زمن عمر** ''

۱: اور مشہور ومعروف یہی ہے کہ عثمان کے زمانے میں ابوذر شام میں تھے اور وہاں کے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہم) تھے۔

۲: اور یزید (بن ابی سفیان) عمر (رضی اللہ عنہما) کے زمانے میں فوت ہوئے۔

۳: اور عمر کے زمانے میں ابوذر (رضی اللہ عنہما) کا شام جانا معروف نہیں۔ (انتہی)

عرض ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہی سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ شام سے مدینے تشریف لے آئے تھے، لہٰذا عہدِ عثمانی سے بعض زمانہ مراد ہے۔

دوسری بات بھی صحیح ہے، لیکن تیسری بات میں اس وجہ سے نظر ہے کہ حسن لذاتہ یعنی صحیح حدیث میں عہدِ فاروقی میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا شام میں ہونا ثابت ہے۔ (دیکھئے: رسول اللہ ﷺ کی سنت کو بدلنے والا: یزید، یہ حدیث ثابت ہے: ص ۲۵۔۲۶، المطالب العالیہ ۷/ ۱۴۵ ح ۴۴۵۹/۲)

امام بخاری کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ بعض روایتوں اور راویوں کے بارے میں ''ولا یعرف''، وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے تھے، جس کی ایک مثال فقرہ نمبر ا مثال نمبر ۵ کے تحت گزر چکی ہے۔

ایسی حالت میں اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھ کر ہی فیصلہ کیا جاتا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث مذکور کے بارے میں امام بخاری کا قول'' ولا یعرف سماعہ ''اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے اور دوسرے یہ کہ اس سے صحیح مسلم کی صحیح حدیث کا منقطع یعنی ضعیف ہونا لازم آتا ہے جو کہ باطل ہے۔

دوسری مثال: صحیح مسلم میں أیوب بن خالد عن عبد اللّٰہ بن رافع عن أبي ہریرۃ رضي اللّٰہ عنہ کی سند سے ''خلق اللّٰہ التربۃ یوم السبت ..'' والی مرفوع حدیث آئی ہے۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین، پہاڑ اور درخت، نور یعنی زمین و آسمان و مابینہما چھ دنوں میں پیدا فرمائے اور ساتویں دن (جمعۃ المبارک) آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

اس حدیث کو امام الائمہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری (م ۳۱۱ ھ) نے اپنی صحیح ابن خزیمہ میں روایت کیا ہے، یعنی صحیح قرار دیا ہے۔ (۳/ ۱۱۷ ح ۱۷۳۱)

الفخر ابن البخاری نے فرمایا: '' ہذا حدیث صحیح ''

(مشیخۃ ابن البخاری ۳/ ۱۷۹۸۔۱۷۹۹ رقم ۵۰۲/ ۱۰۶۸، شاملہ)

اب اس حدیث کے راویوں کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی

۲: عبداللہ بن رافع المدنی مولیٰ ام سلمہ ثقہ (تقریب التہذیب: ۳۳۰۵ وغیرہ)

۳: ایوب بن خالد بن صفوان بن اوس بن جابر یعنی ایوب بن خالد بن ابی ایوب الانصاری رحمہ اللہ

آپ کو درج ذیل محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا:

(۱) مسلم (بروایتہ فی صحیحہ)

(۲) ابن خزیمہ (بروایتہ فی صحیحہ)

(۳) ابن حبان (ذکرہ فی الثقات)

(۴) حاکم نیشاپوری (وثقہ فی المستدرک ۱/۳۱۴ ح ۱۱۸۱، وصحح لہ ۲/ ۱۶۵ ح ۲۶۹۸)

(۵) ذہبی (وثقہ وصحح لہ، انظر الرقم السابق: ۴)

ان کے مقابلے میں ازدی (ضعیف) اور حافظ ابن حجر (متاخر) کی جرح غلط ہے۔

۴: ایوب بن خالد سے یہ حدیث اسماعیل بن امیہ نے بیان کی جو ثقہ ثبت ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۴۲۵)

۵: اسماعیل بن امیہ سے یہ حدیث امام ابن جریج نے تصریحِ سماع کے ساتھ بیان کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث صحیح یا حسن لذاتہ ہے۔

اس کے بارے میں امام بخاری نے فرمایا: " **و قال بعضهم عن أبي هريرة عن كعب وهو أصح** " اور بعض نے اسے ابوہریرہ عن کعب (الاحبار) کی سند سے روایت کیا اور وہ زیادہ صحیح ہے۔ (التاریخ الکبیر ۱/ ۴۱۳۔۴۱۴ ت ۱۳۱۷)

امام بخاری کے اس کلام وغیرہ کی وجہ سے کئی علماء نے صحیح مسلم کی حدیث مذکور کو ضعیف قرار دینے کی کوشش کی ہے، حالانکہ یہ کلام کئی وجہ سے غلط ہے:

اول: **أبو هريرة عن كعب الأحبار** والی سند ہی معلوم نہیں اور بعضہم مجہول ہیں، لہٰذا اصح کہاں سے ہوگئی ؟!

دوم: اصولِ حدیث اوراسماء الرجال کی رُو سے صحیح وحسن حدیث جو صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں موجود ہو،اس پراس طرح کی مبہم جرح نا قابلِ سماعت ہوتی ہے۔

سوم: روایت مذکورہ میں زمین کی تخلیق چار ہی دنوں میں ہے اورنورودواب کی تخلیق سے مرادزمین وآسمان ومابینہما کی تخلیق ہے لہٰذا حدیث اورقرآن میں کوئی تعارض نہیں۔

معاصرین میں سے شیخ البانی نے بھی اسے صحیح قراردے کرفرمایا کہ یہ حدیث قرآن کے مخالف نہیں۔ (دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ ۴/۴۴۹۔۴۵۰ ح ۱۸۳۳)

جوشخص یزید بن معاویہ والی حدیث کومعلول کہنے پر بضد ہے، اسے چاہئے کہ وہ صحیح مسلم کی اس صحیح حدیث کوبھی ضعیف قراردے، تاکہ ظاہر ہوجائے کہ کون صحیحین کا دفاع کرتا ہےاورکون صحیحین پر''ہاتھ صاف'' کرتا ہے۔!

فائدہ: بطورِتنبیہ وفائدہ عرض ہے کہ ہرمعلول روایت ضعیف نہیں ہوتی، بلکہ علت کی دو قسمیں ہیں:

۱: علت قادحہ (یہ روایت ضعیف ہوتی ہے)

۲: علت غیرقادحہ (یہ روایت ضعیف نہیں ہوتی)

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ امام بخاری نے یزید والی حدیث کو''موضوع،من گھڑت یامردود'' ہرگزقرارنہیں دیا،لہٰذا سنابلی صاحب نے امام بخاری پرجھوٹ بولا ہے۔

٤) سنابلی صاحب نے لکھا ہے:

''امام ابن القیسر انی رحمہ اللہ (المتوفی 507) نے ابن عدی کے حوالے سےاسی روایت کو نقل کرنے کے بعدکہا **لم یذکر علیہ کلاما. و أوردہ في ذکر أبي العالیۃ ، و کأنہ استنکرہ ، فذکرہ** امام ابن عدی نے اس پرکوئی کلام ذکرنہیں کیا ہےاورابوالعالیہ کے تذکرہ میں اسے ذکرکیا ہے گویا کہ آپ نے اسے منکر مان کر ذکرکیا ہے [الذخیرۃ فی الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ :540/1]۔'' (سنابلی تحریر ص۴)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابن عدی نے یزید والی حدیث پرکوئی کلام

نہیں کیا، لہٰذا سنابلی صاحب کا ابن عدی کو اس حدیث کے جارحین میں ذکر کرنا دروغ بے فروغ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ:۱

رہا کـأنـه یعنی گویا کہ سے استدلال تو اسی طرح کا اعجوبہ ہے، جیسا کہ خبیب احمد فیصل آبادی نے لکھا ہے:

''مزید برآں امام احمد رحمہ اللہ کے قول میں نہیں جانتا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سبھی مدلسین سے یکساں سلوک نہیں کیا جائے گا۔'' (مقالات اثریہ ص۲۲۰)

سبحان اللہ! (تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ ضرب حق سرگودھا:۳۶ ص۲۳۔۲۴)

تنبیہ بلیغ: ابن القیسرانی یعنی محمد بن طاہر المقدسی کی کتاب کا نام ''الذخیرۃ فی الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ'' نہیں بلکہ ''ذخیرۃ الحفاظ المخرج علی الحروف والالفاظ'' ہے، جیسا کہ خود ابن طاہر نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔

(دیکھئے مقدمہ منتخب المنثور من الحکایات والسوالات ص۱۹۱)

نیز متعدد علماء مثلاً حافظ ذہبی، ابن حجر، عراقی اور ابن ناصر الدین وغیرہم نے یہی نام ذکر کیا ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ذخیرۃ الحفاظ میں صحیح احادیث بھی موجود ہیں۔ مثلاً:

۱: عاشوراء کی فضیلت کے بارے میں صحیح مسلم کی حدیث (ذخیرۃ الحفاظ ۳/۱۵۴۲ ح۳۴۱۸)
ایک دوسری روایت کے مقابلے میں ابن طاہر نے اسے ''وهو الصحيح'' کہا۔

(ذخیرۃ الحفاظ ۴/۱۸۷۷ ح۴۳۰۰)

نیز دیکھئے یہی مضمون فقرہ نمبر۱ مثال نمبر۵

۲: **حديث أبي هريرة رضي الله عنه في بركة التمر** (ذخیرۃ الحفاظ ۱/۲۲۲ ح۲۴۷)
نیز دیکھئے یہی مضمون (فقرہ نمبر۱ مثال نمبر۱)

خود صوفی محمد بن طاہر المقدسی نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ ان کی کتاب میں **''أحاديث صحيحة المتون غريبة الإسناد''** اور **'' صحيح الإسناد منكر**

المتن''روایات بھی موجود ہیں۔(ذخیرۃ الحفاظ،شروع ۱/۱۸۹)

معلوم ہوا کہ ابن طاہر نے حدیث مذکور کو نہ موضوع، من گھڑت لکھا ہے اور نہ منکر قرار دیا ہے، لہٰذا **كأنه** سے استدلال مردود ہے۔

۵) سنابلی صاحب نے لکھا ہے:

''امام ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی 774)، نے اسے موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے، دیکھئے: [البدایۃ والنہایۃ 231/8]۔'' (سنابلی تحریر ص۴)

عرض ہے کہ حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو ہرگز موضوع اور من گھڑت قرار نہیں دیا، بلکہ انھوں نے صرف یہ لکھا ہے:

'' و قد أورد ابن عساكر أحاديث في ذم يزيد بن معاوية كلّها موضوعة لا يصح شئ منها. و أجود ما ورد ما ذكرناه علٰى ضعف أسانيده و انقطاع بعضه ، و اللّٰه أعلم .''

اور ابن عساکر نے یزید بن معاویہ کی مذمت میں احادیث بیان کیں، وہ ساری موضوع ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں اور سب سے جید (اچھی) روایتیں وہی ہیں جو ہم نے ذکر کردیں، ان کی سندیں ضعیف ہیں اور بعض منقطع ہیں۔ واللہ اعلم (البدایہ والنہایۃ ۸/ ۳۲۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ''**كلها موضوعة**'' سے وہ روایتیں مراد نہیں جو ابن کثیر نے اس عبارت سے پہلے درج کی ہیں مثلاً حدیثِ یزید بن ابی سفیان اور حدیث **يكون خلف من بعد ستين سنة أضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشهوات**''وغیرہما۔

حافظ ابن کثیر یزید بن معاویہ کی بحث میں مذکورہ عبارت سے پہلے یہ حدیث بھی لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساٹھ سال کے بعد ایسے (نا) خلف ہوں گے جو نماز ضائع کردیں گے اور شہوات کی پیروی کریں گے، یہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے۔

(بحوالہ مسند احمد ۳/ ۳۸۔۳۹، البدایہ والنہایہ ۸/ ۳۲۵)

اس حدیث کی سند صحیح ہے، اُسے ابن حبان (۷۵۵) حاکم (۲/ ۳۷۴، ۴/ ۵۴۷) اور

ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جسے ابن عساکر نے یزید بن معاویہ کے ترجمے میں ذکر کیا ہے اور تاریخ دمشق (مطبوع) سے رہ گئی ہے۔

(دیکھئے مختصر تاریخ دمشق لابن منظور ۲۸/ ۲۷)

اس صحیح حدیث کو موضوع اور من گھڑت کہنے والا بہت بڑا کذاب اور ناصبی ہے۔

رہا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ والی مذکورہ حدیث کو حافظ ابن کثیر کا منقطع کہنا تو یہ اس وجہ سے مردود ہے کہ ابومسلم الجذمی تک سند حسن لذاتہ یعنی صحیح متصل ہے اور انھوں نے فرمایا:

"**قلت لأبي ذر**" (مسند احمد ۵/ ۱۷۹)

یعنی کسی قسم کے انقطاع کا نام ونشان تک نہیں۔

حافظ ابن کثیر کا اس روایت کو منقطع کہنا اور امام بخاری سے معلول کا قول نقل کرنا اسی طرح غلط ہے، جس طرح کہ ابن کثیر نے یزید کے بارے میں فرمایا: "**و كان فيه أيضًا إقبال على الشهوات وترك بعض الصلوات في بعض الأوقات**" اور وہ شہوت پرستی پر راغب تھا اور بعض اوقات بعض نمازیں ترک بھی کر دیتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ۸/ ۳۲۵)

بے سند بات ہر حالت میں مردود ہوتی ہے، چاہے اپنے حق میں ہو یا خلاف ہو۔

٦) سنابلی صاحب نے لکھا ہے:

"امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی 911) نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، دیکھئے: [الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر 244/1]۔

واضح رہے کہ سیوطی رحمہ اللہ شواہد اور دیگر اسناد کے پیش نظر روایات کو حسن قرار دینے میں معروف ہیں لیکن اس کے باوجود بھی یہاں امام سیوطی رحمہ اللہ نے بغیر کسی اور طریق کی پرواہ کئے اسے ضعیف قرار دیا گویا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی نظر میں یہ روایت ثابت نہیں بلکہ مردود ہے۔" (ص۴)

مذکورہ بیان دسویں صدی کے ایک عالم ومولوی اور حاطب اللیل سیوطی صاحب پر دروغ بے فروغ ہے اور اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ سیوطی نے ابن عساکر کی روایت ذکر

نہیں کی بلکہ ابویعلیٰ کی روایت ذکر کی ہے اور ابویعلیٰ کی سند میں ابومسلم الجذمی کا واسطہ موجود نہیں۔ (دیکھئے البدایہ والنہایہ ۸/ ۳۲۶)

لہٰذا اگر ایک منقطع سند کو انھوں نے ''ض'' کہہ دیا تو اس سے متصل سند کیوں کر ضعیف ہو جاتی ہے؟!

دوسرے یہ کہ الجامع الصغیر کی رموز میں بھی تحقیق کی ضرورت ہے۔

نیز حاطب اللیل کو امام قرار دینا بھی اعجوبہ ہے اور پھر یہ دعویٰ کرنا کہ ''سیوطی کی نظر میں یہ روایت (جسے انھوں نے ذکر ہی نہیں کیا) ثابت نہیں بلکہ مردود ہے'' بہت بڑا جھوٹ ہے، جس کا حساب مرنے کے بعد دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

۷) سنابلی صاحب نے لکھا ہے:

''حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی 852) نے زیر بحث روایت کو نقل کرنے کے بعد سند میں ابومسلم کی زیادتی پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا: **رواه معاوية بن هشام، عن سفيان ، عن عوف ، فلم يذكر بين أبي العالية و أبي ذر أحدًا .** اس روایت کو معاویہ بن ہشام نے سفیان عن عوف کے طریق سے روایت کیا ہے اور ابو العالیہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے بیچ کسی کو ذکر نہیں کیا [اتحاف المہرۃ لابن حجر: 224/14]۔'' (ص ۴)

آپ نے دیکھ لیا کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو موضوع، من گھڑت، معلول اور مردود ہرگز نہیں کہا، بلکہ بطورِ تخریج و فائدہ یہ فرمایا کہ سفیان ثوری عن عوف والی سند میں ابو مسلم الجذمی کا واسطہ مذکور نہیں۔

یہ اسی طرح ہے کہ امام بخاری نے عبد الوارث اور ابراہیم بن طہمان عن ایوب السختیانی عن عکرمہ عن ابن عباس کی سند سے ایک صحیح حدیث بیان کی اور فرمایا:

'' **ولم يذكر ابن علية ابن عباس**، ابن علیہ نے (عن ایوب عن عکرمہ سے مرسلاً روایت بیان کی اور) ابن عباس کا واسطہ ذکر نہیں کیا۔ (صحیح البخاری: ۴۸۶۲، فتح الباری ۸/ ۶۱۴)

ظاہر ہے کہ ابن علیہ کے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا واسطہ ذکر نہ کرنے سے صحیح بخاری کی

حدیث ضعیف یا معلول نہیں ہوگئی۔

دوسری مثال کے طور پر عرض ہے کہ امام ترمذی نے شعبہ عن الجریری عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث بیان کی کہ (سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " ألست أول من أسلم " کیا میں سب سے پہلے مسلمان نہیں ہوا تھا؟ (ح ۳۶۶۷ ملخصاً) اس روایت کی سند صحیح یا حسن لذاتہ ہے، اسے ابن حبان (الاحسان: ۶۸۲۴ [۶۸۶۳]) اور ضیاء المقدسی (المختارہ ۱/ ۱۰۱۔۱۰۲ ح ۱۸) نے صحیح قرار دیا۔

لیکن حافظ ابن حجر اور بزار وغیرہما نے فرمایا: " **رواه عبد الرحمن بن مهدي عن شعبة فلم يذكر فيه أبا سعيد .** " یعنی اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے شعبہ سے بیان کیا تو ابوسعید (الخدری رضی اللہ عنہ) کا واسطہ بیان نہیں کیا۔

(اتحاف المہرۃ ۸/ ۲۳۵ ح ۹۲۸۰ واللفظ لہ، البحر الزخار ۱/ ۹۵ ح ۳۵)

سنابلی صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے باطل اصول کی لاج رکھتے ہوئے صحیح بخاری اور سنن ترمذی والی حدیث کو بھی موضوع اور من گھڑت قرار دیں، تاکہ سبیل المجرمین واضح ہوجائے۔

کتنا بڑا ظلم ہے کہ کبار محدثین، نیز کبار وصغار علماء پر نمبر زقائم کر کے جھوٹ بول رہے ہیں اور دعویٰ یہ کر رہے ہیں کہ " حافظ موصوف کا جواب پڑھ کر ہمیں سخت حیرانی ہوئی کہ ہمیں ایسی باتوں کا جواب کیوں دیا جا رہا ہے جو کہ ہمیں پہلے سے تسلیم ہے اور ہم نے کبھی ان کا انکار ہی نہیں کیا۔

مثلاً زیر بحث حدیث کے تمام رواۃ کی توثیق میں حافظ موصوف نے بڑی طویل گفتگو کی ہے، جبکہ ہماری گذشتہ پوری تحریر موجود ہے ہم نے کہیں بھی اس سند کے رواۃ کی تضعیف نہیں کی ہاں صرف ایک راوی کو متکلم فیہ بتلایا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اسے ثقہ ہی تسلیم کیا ہے۔ " الخ (سنابلی تحریر ص ۱)

یہ اسی طرح کا بیان ہے جیسا کہ سلطان پشاوری نامی چور پکڑا گیا اور اس سے مال

مسروقہ برآمد ہوگیا تو اس کے باوجود اس نے کہا: میں بے گناہ ہوں۔

(دیکھئے علمی مقالات ج ۴ ص ۲۶۵۔۲۶۶)

دوسرے یہ کہ جب سند کے سارے راوی ثقہ وصدوق ہیں، کوئی مدلس نہیں اور نہ کسی قسم کے انقطاع کا نام ونشان ہے تو سنابلی صاحب کا رٹا لگاتے ہوئے بار بار اسے موضوع اور من گھڑت قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے؟!

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ سنابلی صاحب نے ہماری پیش کردہ روایت کے تمام راویوں کا ثقہ وصدوق ہونا تسلیم کرلیا ہے اور ثقہ راوی پر متکلم فیہ والی جرح مردود ہوتی ہے، لہٰذا اس حدیث کو سنابلی اینڈ پارٹی کا موضوع، من گھڑت اور مردود کہنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

۸) سنابلی صاحب نے لکھا ہے:

''امام ذھبی رحمہ اللہ (المتوفی 748) نے بھی زیر بحث روایت کی سند میں ابومسلم کی زیادتی پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا: **أخرجه الروياني في مسنده'' عن بندار ، و روي من وجه آخر ، عن عوف ، وليس فيه أبو مسلم .** اسے امام رویانی نے مسند میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث دوسری سند سے مروی ہے اس میں ابومسلم کا ذکر نہیں ہے، [تاریخ الإسلام للذھبی ت تدمري 273/5]۔'' (ص ۴)

آپ نے دیکھ لیا کہ حافظ ذہبی نے اس حدیث کو موضوع، من گھڑت، منقطع یا مردود ہرگز نہیں کہا بلکہ دو سندوں (ایک متصل اور دوسری منقطع) کا ذکر کر دیا ہے، لہٰذا عبارت مذکورہ میں سنابلی صاحب نے حافظ ذہبی پر صریح جھوٹ بولا ہے۔ جب وہ اس حدیث کے جارحین میں ہی نہیں تو خواہ مخواہ اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے نمبر ۸ کے تحت انھیں کیوں ذکر کیا گیا ہے؟!

انٹرنیٹ کے ان نام نہاد محققین کا کلام پڑھ کر ممکن ہے کہ عوام میں سے کوئی نادان یہ سمجھ لے کہ اس حدیث کو تو امام بخاری، امام ابن عدی، حافظ بیہقی، حافظ ابن حجر اور حافظ

ذہبی وغیرہم نے بھی موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے۔سبحان اللہ!

فائدہ: بطورِ فائدہ عرض ہے کہ حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام کے بعد سیر اعلام النبلاء (مشہور کتاب) لکھی اور اس میں سند کے اختلاف کے ساتھ مسند الرویانی سے یزید والی حدیث مذکور نقل کی، لیکن اس کے بعد کوئی کلام نہیں کیا۔ (ج ا ص ۳۲۹۔۳۳۰)

اس سے معلوم ہوا کہ ذہبی کا مذکورہ بالا بیان جرح ہی نہیں، اور اگر کوئی شخص اسے جرح باور کرانے پر بضد ہے تو یہ منسوخ ہے۔

۹) سنابلی صاحب نے لکھا ہے: ''امام ابن عساکر رحمہ اللہ (المتوفی 571) نے بھی ایک مقام پر اسی روایت کو منقطع روایت کرنے کے بعد کہا: **رواه عبد الوهاب الثقفي عن عوف عن مهاجر عن أبي العالية عن أبي مسلم عن أبي ذر زاد فيه أنا مسلم** اسی روایت کو عبدالوھاب الثقفی نے بھی عوف عن أبي مھاجر عن أبي العالیۃ عن أبي مسلم عن أبي ذر کے طریق سے روایت کیا اس میں اس نے ابومسلم کا اضافہ کر دیا ہے [تاریخ دمشق لابن عساکر: 160/18]۔'' (ص ۴)

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ حافظ ابن عساکر الدمشقی نے اس حدیث کو موضوع، من گھڑت، معلول یا مردود ہرگز نہیں کہا، لہٰذا سنابلی صاحب نے اُن پر جھوٹ بولا ہے۔ رہا ابن عساکر کا یہ کہنا کہ " **زاد فيه أبا مسلم** " انھوں (عبدالوہاب الثقفی) نے سند میں ابومسلم کا اضافہ بیان کیا ہے، اس حدیث کی تعلیل نہیں۔ خود ابن عساکر نے عبدالوہاب الثقفی کی بیان کردہ ایک حدیث کو " **هذا حديث صحيح** "کہا۔

(معجم الشیوخ لابن عساکر ۲/ ۱۱۶۹ ح ۱۵۲۵)

یعنی وہ ابن عساکر کے نزدیک ثقہ صدوق صحیح الحدیث تھے۔

اس کے بعد سنابلی صاحب نے لفاظی سے جو تانا بانا بُنا ہے اور لکھا ہے:

''حافظ ابن حجر، امام ذہبی اور امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے صرف ایک طریق میں جو زیادتی پر تنبیہ کی ہے اس سے مقصود یہی ہے کہ یہاں پر یہ زیادتی شاذ ہے یعنی مردود ہے کیونکہ ایسے

مواقع پر اہل فن صرف یہی نہیں کہتے کہ فلاں نے زیادتی کی ہے بلکہ ساتھ میں اس اصول کا بھی حوالہ دیتے ہیں کہ زیادہ ثقہ مقبول ہے...'' (ص۴)

عرض ہے کہ جھوٹ نہ بولیں اور اہلِ علم پر بہتان وافتراء کا طومار نہ باندھیں۔

اس کی تردید کے لئے صحیح بخاری (۴۸۶۲) کا حوالہ ہی کافی ہے جو کہ فقرہ نمبر ۷ کے تحت گزر چکا ہے۔

سنابلی صاحب نے یہاں صحیح مسلم کی صحیح و منسوخ حدیث (و إذا قرأ فانصتوا) پر بھی حملہ کیا ہے اور امام دارقطنی و امام نسائی سے اس پر جرح نقل کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں اماموں سے اس حدیث کو ضعیف ومردود قرار دینا ثابت نہیں، لہٰذا سنابلی صاحب کے دونوں حوالے مردود ہے۔

سنابلی صاحب نے اپنی تائید میں غلط منہج، باطل اصول اور دوغلی پالیسی والے خبیب احمد فیصل آبادی کا حوالہ مقالات اثریہ (ص۴۰۳) سے پیش کیا ہے۔

اس کا یہی جواب کافی ہے کہ یہ استغاثۃ الغریق بالغریق یعنی ڈوبتے کو ڈوبتے کا سہارا ہے۔ ہک سجا دوجا کھبا واہ جوڑی بنائیا ربا !

۱۰) دسویں صدی کے ایک حنفی مولوی ابن طولون نے ''قید الشرید فی اخبار یزید'' کتاب میں حافظ ابن کثیر کا کلام نقل کیا تو سنابلی صاحب نے لکھا:

''مورخ ابن طولون نے بھی امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی بات برضاء ورغبت نقل کی ہے دیکھئے [قید الشرید لابن طولون ص38]۔

واضح رہے کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے اور ابن طولون نے بھی یہ بات برضاء ورغبت نقل کیا ہے۔

ان دس اہل علم کے برعکس پورے چودہ سوسالہ اسلامی دور میں کسی ایک بھی محدث نے اس روایت کو صحیح یا حسن قطعاً نہیں کہا ہے۔

اس کے برعکس حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ پوری دنیا میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس

روایت کو پیش کردہ سند ومتن کے ساتھ حسن قرار دیا، حافظ موصوف کا یہ فیصلہ انہیں کے لہجے میں باطل ویکسر مردود ہے۔'' (ص۵)

جس طرح سنابلی صاحب نے حافظ ابن کثیر پر جھوٹ بولا تھا۔(دیکھئے فقرہ نمبر ۵)

اسی طرح مولوی ابن طولون پر بھی کالا جھوٹ بولا ہے۔

نہ تو ابن کثیر نے اس حدیث کو موضوع اور من گھڑت کہا ہے اور نہ ابن طولون نے ایسا لکھا ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ سنابلی صاحب نے اپنے مذکورہ تمام (دس کے دس) حوالوں میں ائمہ وعلماء پر جھوٹ بولا ہے۔

سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ زبیر علی زئی سے پہلے کسی نے بھی اس حدیث کو حسن یا صحیح نہیں کہا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کیا وہ ابن الصلاح (تقلیدی) کے منہج پر ہیں جن کے نزدیک سابق مثال کے بغیر حدیث کو صحیح نہیں کہنا چاہئے؟!

جب اصولِ حدیث کی رُو سے یہ حدیث حسن لذاتہ یعنی صحیح ہے اور کسی نے بھی اسے ضعیف، مردود، موضوع یا من گھڑت نہیں کہا تو ایسا فیصلہ کرنا کہ یہ صحیح یا حسن ہے، کیوں کر غلط ہوسکتا ہے؟

یزید کی مذمت والی حدیث دو سندوں سے مروی ہے:

۱: ابوالعالیہ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ (یہ منقطع ہے)

۲: ابوالعالیہ عن ابی مسلم الجذمی عن ابی ذر رضی اللہ عنہ (یہ متصل ہے)

ان دونوں میں سے پہلی روایت ذکر کر کے البانی صاحب نے کہا:'' **و هذا إسناد حسن.** ''اور یہ سند حسن ہے۔ (السلسلۃ الصحیحہ ۴/۳۲۹ ح۱۷۴۹)

ظاہر یہی ہے کہ اگر البانی صاحب کے علم میں دوسری روایت ہوتی تو وہ اسے بھی بیان کر دیتے۔

یہ کہنا کہ البانی والی روایت میں ''صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ پر حسن پرستی کا

الزام اوراس کی خاطر لونڈی غصب کرنے کی تہمت نہیں ہے۔''

عرض ہے کہ ابومسلم کی روایت میں بھی حسن پرستی والی بات کا نام ونشان نہیں بلکہ یہ سنابلی صاحب کا بہتان وافتراء ہے۔

رہا ابومسلم الجذمی کا " **فاغتصبها يزيد** " کہنا تو یہی ظاہر ہے کہ انھوں نے یہ الفاظ سیدنا ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ سے سنے تھے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ الفاظ ابومسلم الجذمی کے ہی ہیں تو یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے، کیونکہ یہاں نرم الفاظ استعمال کرنے چاہئیں تھے۔

سیدنا ابوذر اور سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں جو الفاظ بھی بیان کریں، ہم ان کے بارے میں مکمل احترام وسکوت سے کام لیں گے، کیونکہ ہمیں حکم ہے کہ تمام صحابہ کا احترام وتکریم کریں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم یہاں " **فاغتصبها** " کا معنی سنابلی صاحب کی طرح غصب کرنا، نہیں بلکہ لونڈی کو اپنے قبضے میں لے لیا کرتے ہیں تا کہ کسی صحابی کی توہین کا شبہ تک نہ ہو، ورنہ یہ مشہور قاعدہ ہے کہ غلطی سے رجوع کرنے والا بری الذمہ ہوتا ہے اور سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا رجوع اسی حدیث میں ثابت ہے۔

صحابۂ کرام نے بعض حالات میں ایک دوسرے کے بارے میں جو الفاظ استعمال کئے، ان میں سے بعض مثالیں درج ذیل ہیں:

۱: سیدنا عباس بن عبدالمطلب نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کہا:" **يا أمير المؤمنين ! اقض بيني و بين هذا الكاذب الآثم الغادر الخائن** " (صحیح مسلم: ۱۷۵۷[۴۵۷۷])

۲: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

" **فرأيتماه كاذبًا آثمًا غادرًا خائنًا والله يعلم إنه لصادق بار راشد تابع للحق** "، پس تم دونوں اسے (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو)... سمجھتے تھے۔

اور اپنے بارے میں فرمایا:

" فرأيتماني كاذبا آثمًا غادرًا خائنًا ، واللّٰه يعلم إني لصادق بار راشد تابع للحق " (صحیح مسلم:۱۷۵۷)

۳: سیدنا سعد بن عبادہ نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما سے کہا:" **كذبت لعمر اللّٰه**" اور سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا:" **كذبت لعمر اللّٰه** " بلکہ مزید کہا:" **فإنك منافق تجادل عن المنافقين** "

(صحیح بخاری:۴۱۴۱،صحیح مسلم:۲۷۷۰[۷۰۲۰])

۴: سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:" **كذبتَ ياعمر!**"

(صحیح مسلم:۲۵۰۳[۶۴۱۱])

۵: سیدنا ومولانا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے ہوئے بددعا فرمائی:" **اللهم عليك بمعاوية و أشياعه وعمرو بن العاص و أشياعه و أبا السلمي و أشياعه و عبد الله بن قيس و أشياعه** "(مصنف ابن ابی شیبہ۲/۳۱۷ ح۷۰۴۹ نسخہ الرشد۳/۲۷۳ نسخہ عوامہ۵/۴۳وسندہ صحیح ،معانی الآثار للطحاوی۱/۲۵۲،اتحاف المہرۃ ۱۱/۵۴۸)

واللہ! یہ سب حوالے بادلِ نخواستہ لکھے ہیں، تاکہ منکرینِ حدیث کے نقوشِ قدم پر چلنے والے سنابلی صاحب کو آئینہ دکھایا جائے۔

سنابلی صاحب کو چاہئے کہ وہ صحیح بخاری ،صحیح مسلم اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کی مذکورہ احادیث کو موضوع اور من گھڑت قرار دیں، ورنہ وہ اپنے دعوے اور منہج میں کاذب ہیں۔

قارئین کرام! محمد اسد حبیب حفظہ اللہ اور راقم الحروف کے جواب میں سنابلی صاحب کی تحریر (رسول اللہ ﷺ کی سنت کو بدلنے والا : یزید، یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے) کے ابتدائی پانچ صفحات پر یہ دس صریح کالے جھوٹ موجود ہیں،لہٰذا ان کی باقی تحریروں میں کیا کیا سانپ اور بچھو نہ ہوں گے مگر عقل مندوں کے لئے یہی حوالے کافی ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا؛ مومن کی طبیعت

میں تمام خصلتیں ہوسکتی ہیں لیکن خیانت اور جھوٹ نہیں ہوسکتا۔

(کتاب الایمان لابن ابی شیبہ: ۸۰۔۸۱، وسندہ صحیح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللھم لا تدرکني سنة الستین ، و یحکم تمسکوا بصدغي معاویة ، اللھم لا تدرکني إمارة الصبیان" اے اللہ! ساٹھ (ہجری) کا سال مجھے نہ پائے، تمھاری خرابی ہو! معاویہ کی کنپٹیاں مضبوطی سے پکڑلو۔ اے اللہ! بچوں کی امارت مجھے نہ پائے۔ (دلائل النبوۃ ٦/٤٦٦ وسندہ صحیح)

بیہقی اسے مرفوع حکماً سمجھتے تھے۔ نیز دیکھئے تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی (۲۳۴)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ الصادق الصدوق (ﷺ) نے فرمایا: میری اُمت کی ہلاکت قریش کے نوجوانوں کے ہاتھوں پر ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۰۵۸)

اس حدیث اور سابق روایت (بحوالہ دلائل النبوۃ ونقلہ الحافظ عن ابن ابی شیبہ) ذکر کرنے کے بعد حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا:

" و في ھذا إشارة إلی أن أول الأغیلمة کان في سنة ستین وھو کذلك فإن یزید بن معاویة استخلف فیھا و بقي إلی سنة أربع و ستین فمات"

اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ نوجوانوں کا پہلا ساٹھ (ہجری) میں ہوگا اور یہ اسی طرح ہوا کیونکہ یزید بن معاویہ اس میں خلیفہ بنا اور چونسٹھ (٦٤) تک زندہ رہا، پھر مر گیا۔

(فتح الباری ۱۳/۱۰، ۱/۲۱٦)

اس قسم کی روایات کی شرح میں محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح القرطبی (م ٦٧١ھ) نے فرمایا: " و کأنھم واللّٰہ أعلم یزید بن معاویة و عبید اللّٰہ بن زیاد ..."

اور گویا وہ یزید بن معاویہ اور عبید اللہ بن زیاد... ہیں۔ (التذکرۃ فی احوال الآخرۃ ص ٥٦٢)

ابن طاہر کے کأنه کو بھی مدِنظر رکھیں۔ (دیکھئے فقرہ نمبر ٤)

اس طرح کی اور روایات بھی مذمتِ یزید والی حدیث کی مؤید ہیں، اور غالباً ایسے دلائل کی بنا پر قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلیٰ ابن الفراء (م ٥٢٦ھ) نے مستحقین لعنت پر

ایک کتاب لکھی جن میں یزید کو بھی ذکر کیا، جیسا کہ حافظ ابن الجوزی نے اپنی مشہور کتاب ''**الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید**'' (ص۴۱) میں لکھا ہے۔

ہم یزید بن معاویہ پر لعن و تکفیر سے مکمل اجتناب کرتے ہوئے، اسے ظالم و مجروح اور ساقط العدالت سمجھتے ہوئے اُس کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور تمام ظالموں سے اعلانِ براءت کرتے ہیں۔

اے اللہ! تو ہمیں سیدنا عمر المظلوم الشہید، سیدنا عثمان المظلوم الشہید، سیدنا حسین المظلوم الشہید اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ساتھی بنا اور انھیں کے ساتھ اُٹھانا۔ آمین

(۲۷/ جون ۲۰۱۳ء)